پروفیسر ڈاکٹر اصغر علی بلوچ
استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

جوش ملیح آبادی کی شاعری میں اخلاقی رجحانات

Dr. Asghar Ali Baloch
Professor, Urdu Department,
Government College University, Faisalabad

Ethical Trends in Josh Malihabadi's Poetry

Josh is One of the Prominent Poet in 20th Century urdu Poetry. His poetry is the blend of romantic and progressive elements.Human dignity and Love are salient feature of His poetry.He has trusted in Human and Humanity. Justice,equality and revolution are common ethical values in his poems.In this article modest effort is done to find out the above mentioned ethical values.

جوش کے ہاں رومانوی اور ترقی پسندانہ خیالات کا خوبصورت امتزاج ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ اُن کے ہاں شباب و انقلاب کے موضوعات کی فراوانی ہے۔ جہاں تک اُن کی اِن دونوں خصوصیات کا تعلق ہے یہ جوش کی مجموعی شخصیت اور شعری مزاج کا حصہ ہیں جن کے بارے میں بحث کرتے ہوئے۔ڈاکٹر قمر رئیس کہتے ہیں:

> ''حالانکہ صورت یہ ہے کہ یہ ساری تخلیقات (کلاسیکی، رومانوی، انقلابی) ایکہی شخص کے نو بہ نو تجربات ہیں ان سب کی باہمی ترکیب سے ایک ایسے شاعر کی شناخت قائم ہوتی ہے جو محض ایک صوفی، عاشق، فلسفی، مصلح اور رِند نہ ہوکر ایک مکمل انسان تھا۔''(۱)

حقیقت یہ ہے کہ رومان اور ترقی پسندی کے رجحانات جوش کے ہاں اس قدر عام ہیں کہ دونوں کو دُور سے پہچانا جا سکتا ہے۔حسن و عشق، فطرت پسندی اور انقلابی رجحان چند ایسی خصوصیات ہیں جو جوش کے ہاں پوری آب و تاب سے جگمگا رہی ہیں۔اُن کی نظموں کا تار و پود رومانویت کی فضا میں پروان چڑھتا ہے اور انقلاب اور بغاوت سے ثمر آور ہوتا ہے۔

بقول ڈاکٹر علی احمد فاطمی:

> ''شیلے، کالرج اور ورڈس ورتھ جو انگریزی ادب میں رومانوی تحریک کے فلسفی اور شاعر تھے۔شاعر سے اس بات کی توقع کرتے تھے کہ وہ فطری کو غیر فطری اور غیر فطری کو فطری بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔جوش کی رومانیت کی بھی اپنی بنیادیں ہیں جنھیں نئے سرے سے تلاش کرنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔''(۲)

جوش نے بھی رومان کو ترقی پسندی اور ترقی پسندی کو رومان کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جہاں تک جوش کے فلسفہ اخلاق کا تعلق ہے۔ اُن کے ہاں بنیادی انسانی اقدار اور فلسفہ وحکمت پر اس قدر مواد موجود ہے کہ ان کے تصورات کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ لیکن اُن کا شعری سرمایہ اِتنا زیادہ ہے کہ اُس کی موضوعاتی تقسیم بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ پروفیسر حنیف فوق کہتے ہیں:

''جوش کا سرمایہ کلام اِتنا وافر ہے کہ آسانی سے اس کی موضوعات کے اعتبار سے تقسیم نہیں ہوسکتی۔ کوئی نہ کوئی شاعرانہ لطافت، کوئی نہ کوئی مشاہدے کی تازگی کوئی نہ کوئی بیان کی ندرت اور کوئی نہ کوئی فکر کا گوشہ ایسا مِل جاتا ہے جسے ہم موضوعات کے خانوں میں بانٹنے سے قاصر رہتے ہیں۔'' (۳)

جوش کی شاعری کے فکری اور فلسفیانہ عناصر میں ''حبِ آدم'' اور ''عظمت آدم'' دو بڑے تصورات ہیں۔ اُن کی نظم ''زنداں مثلث'' دیکھیے:

حبِ وطن کے سر پر اے اوجِ آدمیت — کب تک نہیں پڑے گی حبِ جہاں کی ٹھوکر
قوموں میں بانٹتا ہے جو نسلِ آدمی کو — مشرک ہے اور کافر، کافر ہے بلکہ اکفر
تجھ کو خبر نہیں ہے کہ اب تک فی الحقیقت — ہم حد ہیں خار و نسریں توام ہیں برگ و مرمر
ہاں وحدتِ خدا کا اعلان ہو چکا ہے — اب وحدتِ بشر کا دُنیا کوئی پیمبر (۴)

''زندان مثلث'' میں جوش نے انسان، ادیان اور اوطان کو ایک زندان تصور کیا ہے اور عظمتِ آدم اور حبِ انسان کی شعری تفسیر پیش کی ہے۔

جوش کے ہاں عظمتِ آدم کا جو تصوّر ہے وہ اقبال کے مردِ کامل سے مختلف ہے۔ اسی طرح اُن کے ہاں عقل و عشق کے تصورات بھی اقبال سے مختلف ہیں لیکن بعض مشترک اقدار ایسی بھی ہیں جو انھیں اقبال کے قریب کر دیتی ہیں۔ ان مشترک اقدار کے ضمن میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد کہتے ہیں:

''ایک مفکر اور شاعر میں فرق ہوتا ہے مفکر شاعر کا کمالِ فن محض اس کے فلسفیانہ افکار میں دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنے فکر کو فن میں کس طرح برتا ہے۔ وہ اپنے خونِ جگر کی آمیزش سے فکر کو فکرِ محسوس بنا سکا ہے کہ نہیں Thought کو Folf thought بنا سکا ہے کہ نہیں اور جب اس معیار کے پیشِ نظر ہم دیکھتے ہیں تو اقبال کے بعد کوئی شاعر ایسا نظر نہیں آتا جسے ہم جوش کا مثیل قرار دے سکیں۔'' (۵)

فکر و فن کا خوبصورت امتزاج اقبال اور جوش دونوں کے ہاں موجود ہے لیکن دونوں کے نقطہ ہائے نظر کا واضح فرق انھیں ایک دوسرے سے الگ کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر عظمتِ آدم کے تصور ہی کو لیجیے، اقبال نے مردِ کامل کو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان قرار دیا ہے اور وہ نوری نہاد بندۂ مولا صفات بن جاتا ہے۔ جوش کے تنقیدی زاویۂ نگاہ نے اُسے انسان کی عظمت کا اِس

طرح قائل کیا ہے کہ وہ بعض فکری تضادات کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک طرف تو اِس کا تصورِ آدم یہ ہے:

عجب نہیں کہ اُٹھا لے رباب ''کن'' اک روز — یہ عبد بے سر و ساماں ، یہ بندۂ مجبور
میں آج دیکھ رہا ہوں کہ ماہ و مہر و نجوم — کھڑے ہوئے ہیں کمر بستہ آدمی کے حضور
کوئی پکار کے جوش آسمان سے کہہ دے — کہ اب زمیں کو تری بندگی نہیں منظور (۶)

اور دوسری طرف وہ کہتے ہیں:

تو جنسِ تعصب کا خریدار ہے اب تک — ملکوں کے گھروندوں میں گرفتار ہے اب تک
دل ، وحدت اقوام سے بے زار ہے اب تک — تو مشرک و خوں خوار و سیہ کار ہے اب تک

انسان کے اے دیدۂ توحید نگر جاگ
اے نوعِ بشر ، نوعِ بشر ، نوعِ بشر جاگ
اے نوعِ بشر جاگ (۷)

جوش کے ہاں انسانی رویوں کا یہ تضاد دراصل اُن کی انسان دوستی ہی کا عکاس ہے وہ چاہتے ہیں کہ انسان آزاد، طاقتور اور انقلاب پسند ہو لیکن جب وہ عملی طور پر ایسا نہیں دیکھتے تو اِس تضاد کی نشاندہی کر دیتے ہیں لہٰذا بظاہر یہ فکری تضاد اُن کے ہاں ایک انقلاب کی آرزو کو جنم دیتا ہے اور وہ فکر و نظر میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں۔ بقول جوش:

''جب تک ذہن و خیال میں انقلاب نہ آئے گا کسی نوع کے انقلاب کی اُمید رکھنا ایک مہمل سی بات ہے۔'' (۸)

یہی وجہ ہے کہ جوش ادبیات کے ذریعے انقلاب لانے کا خواب دیکھتے ہیں اور بآوازِ بلند کہتے ہیں:

''یاد رکھیے ایک صحیح جنبش قلم ستر ہزار برہنہ تلوار کے مقابلے میں زیادہ کار آمد آلۂ جنگ ہے۔'' (۹)

جوش کی انقلابی نظموں میں ''غلاموں سے خطاب، آثارِ انقلاب، بغاوت، زمانہ بدلنے والا ہے، ہمت، مردِ انقلاب کی آواز، اے نوعِ بشر! جاگ، شکستِ زنداں کا خواب، ہم لوگ'' وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح اُن کی طویل نظم ''حسین اور انقلاب'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جس میں انھوں نے امام حسین کو ایک صالح انقلاب کا پیغامبر بنا کر پیش کیا ہے۔ یہاں تک کہ انقلاب اُن کا نعرہ بن کر اُن کے آدرش کا اعلامیہ بن جاتا ہے۔

کام ہے میرا تغیر ، نام ہے میرا شباب
میرا نعرہ انقلاب و انقلاب و انقلاب (۱۰)

جوش کے انقلاب پر بحث کرتے ہوئے مصطفٰی زیدی کہتے ہیں:

''جوش کے انقلاب نے ہمیں اسی لیے اپنی طرف فوراً متوجہ کر لیا کہ جس نظریے کو ہم ''بہت بڑی بغاوت'' سمجھتے تھے۔ اسے جوش نے بلند آواز، بلند آہنگ اور شعری شدت کے ساتھ بیان کرنا

شروع کر دیا تھا اور اس طرح یہ ہوا کہ جوش خود اپنے آپ کو ''انقلاب کا پیغمبر'' اور اپنے کلام کو ''صحیفہ سمجھنے لگے۔'' (۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ جوش کی شاعری حرکی اور باغیانہ نوعیت کی ہے، جس میں اُن کا تصور بغاوت عین فطری ہے کیونکہ وہ موجودہ حالات میں انسان کو بندۂ مجبور تصور کرتے تھے جب کہ مستقبل میں اسے مکمل طور پر آزاد، دیکھتے پر یقین رکھتے تھے۔ بقول ممتاز حسین:

''وہ (جوش) اس خیال کے تھے کہ انسان از روئے فطرت یعنی فطری خود تکمیلیت (Evtelechy) کے تحت حیاتیاتی اِرتقا کی صورت میں اپنی موجود حیوانیت کے عالم سے گزر کر ایک ایسے نوعی عالم انسانیت میں قدم رکھنے والا ہی ہے جو اِسے ہر قسم کے جبر سے آزاد کر دے گا۔'' (۱۲) آزادی کے لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہیں۔ وہ ایسی آزادی کے علمبردار ہیں جو پابندِ سلاسل نہیں ہو سکتی۔ اس ضمن میں وہ اس حد تک قائل ہیں:

سنو اے بستگانِ زلف گیتی ندا کیا آ رہی ہے آسماں سے
کہ آزادی کا اِک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیاتِ جاوداں سے (۱۳)

جوش کے جذبہ آزادی کو ڈاکٹر محمد حسن نے اُن کی ذات کی توسیع (Projection) قرار دیا ہے۔ (۱۴)

آزادی کے ساتھ ساتھ جوش کے ہاں فطرت کا حسن بھی ایک بنیادی قدر کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ فطرت کی رعنائیوں کو انسانی پاکیزگی میں شریکِ کار ٹھہراتے ہیں۔ یوں وہ معاشرتی برائیوں کے خلاف کھل کر بغاوت کرتے ہیں اور اپنے معاشرے کو اعلیٰ اخلاقی اقدار سے فطری دل کشی اور تقدس کا جامہ پہناتے ہیں۔ بقول ممتاز حسین:

''جوش نے خدا کو اپنے نفس کی معرفت سے نہیں پہچانا ہے بلکہ فطرت کی معرفت سے۔ معرفتِ نفس سے انسان ایک ''شخصی خدا'' کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ اس کے برعکس فطرت کی معرفت سے انسان ایک غیر شخصی خدا کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ جوش نے آدمی سے کم محبت کی لیکن یہ کہا جائے گا کہ انھوں نے فطرت سے زیادہ محبت کی۔'' (۱۵)

جوش یہاں تک کہتے ہیں:

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لیے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی (۱۶)

''نغمہ سحر، شبِ ماہ، البیلی صبح، لو کی آمد، گریۂ مسرت، جلوۂ صبح، مناظر سحر، رُوحِ شام، جنگل کی چاندنی رات، کسان'' وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن میں مناظرِ فطرت کی خوب عکاسی کی گئی ہے۔ اسی طرح ان کی دیگر روحانی نظموں میں بدلی کا چاند، مالن، جنگل کی شہزادی، کوہستان دکن کی عورتیں جوانی، جمنا کے کنارے وغیرہ خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ جو جوش کے شعری مجموعے

نقش ونگار میں ''نگارخانہ'' کے زیرِعنوان شامل ہیں اور جوش ملیح آبادی کو ''شاعرشبابیات'' ظاہر کرتی ہیں۔

لذتیت پسند فلاسفہ کے ہاں جوش وانبساط بھی ایک اخلاقی جذبہ ہے۔اس لحاظ سے دیکھیں تو لطیف الدین احمد کی بات سچ ثابت ہوتی ہے وہ کہتے ہیں:

> ''الغرض جوش ایک فطرت نگار شاعر (Poet of Natury) ہیں اور ان کا کلام ضروری خصوصیات شعری کا حامل ہے لیکن اگر فنونِ لطیفہ کی اس تعریف کو مانا جائے کہ صناعت کا مصرف ہمارے اندر احساس انبساط پیدا کرتا اور ہماری رُوح کے شرف کو اُبھارتا ہے تو جوش کی شاعری اس وقت کامیاب ترین شاعری ہے۔''(۱۷)

جوش کی فطرت نگاری، تصورِانقلاب، انسان دوستی، خردافروزی اور حسن پرستی اس کے فلسفہ اخلاق کے نمایاں پہلو ہیں۔ جواُن کے پورے کلام میں دیکھے جاسکتے ہیں۔یہی وہ تصورات ہیں جو جوش کی رومانویت کو اُجاگر کرتے ہیں اور اُن کی انسان کی بنیادی مسرت، آزادی اور فطرت پسندی کی نشاندہی کرتے ہیں۔وہ زندگی کی خوبصورتی سے محبت کرتے ہیں اور خیر اور نیکی کو سب سے بڑی اخلاقی قدر تسلیم کرتے ہیں۔ جہاں تک کہ اپنی نظم ''بھٹکی ہوئی نیکی'' میں ان کا تغیر وانقلاب کا فلسفہ اور خیر وشر کا تصور پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔وہ زندگی کی ارتقائی حالت کے قائل نظر آتے ہیں۔اُن کی نظم کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

ہر شے کو مسلسل جنبش ہے راحت کا جہاں میں نام نہیں
اس عالم سعی وکاوش میں انسان کے لیے آرام نہیں

نظم ''بھٹکی ہوئی نیکی'' کا اختتام یوں ہوتا ہے۔

المختصر ان تشریحوں سے، ہم پر یہ حقیقت کھلتی ہے
کہتے ہیں جسے دُنیا میں ''بدی'' بھٹکی ہوئی وہ ''اِک نیکی'' ہے (۱۸)

جوش کی اس نظم پر ڈاکٹر عبادت بریلوی نے خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔

> ''۔۔۔اُن کے نزدیک برائی بھی اچھائی کی طرف گامزن ہے اور اس دُنیا میں ہر بدی بھی ایک بھٹکی ہوئی نیکی ہے۔''(۱۹)

اس سے پتا چلتا ہے کہ جوش نے دُنیا کو خوبصورت بنانے کا جو خواب دیکھا ہے۔ وہ اس کی رومانویت، انسان دوستی، نشاطیہ رجحان اور سرمستی کی دلیل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جوش نے ایک منضبط نظامِ فکر کے ہوتے ہوئے بھی اپنے انقلابی، سیاسی اور سماجی افکار سے اُردو کے دامن کو وسیع کیا ہے۔اُن کی شاعری پر خواجہ احمد عباس نے بڑی متوازن رائے دی ہے:

> ''جوش صاحب کے چار میلانات (جن کو چار کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا) کے بارے میں وہ خود یوں بیان کرتے ہیں۔شعر گوئی، عشق بازی، علم طلبی، انسان دوستی۔''(۲۰)

سچ یہ ہے کہ جوش کے ہاں یہ چاروں رجحانات پائے جاتے ہیں، انھوں نے ''یادوں کی برات'' میں بھی اس سلسلے میں داخلی ثبوت فراہم کیے ہیں۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر قمر رئیس۔ جوش کی میزانِ اقدار میں علمی و عقلی رویے مشمولہ جوش ملیح آبادی ـــ خصوصی مطالعہ، مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس، دہلی: تخلیق کار پبلشرز، اشاعتِ دوم، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۳

۲۔ ڈاکٹر علی احمد فاطمی۔ جوش کی شاعری کی فکری اساس، مشمولہ جوش ملیح آبادی خصوصی مطالعہ، ص ۱۰۲

۳۔ حنیف فوق۔ جوش کا آہنگِ شاعری مشمولہ افکار، جوش نمبر: کراچی، اکتوبر نومبر، ۱۹۶۱ء، شمارہ ۱۲۳۔۱۲۲، ص ۵۶۸

۴۔ جوش ملیح آبادی۔ الہام وافکار، لاہور: مکتبہ جدید ۱۹۶۶ء، ص ۳۵۔۳۴۔۳۳۔۳۲

۵۔ جگن ناتھ آزاد۔ جوش کی مفکرانہ شاعری مشمولہ جوش ملیح آبادی خصوصی مطالعہ، ص ۲۹۔۲۸

۶۔ جوش ملیح آبادی۔ الہام وافکار، ص ۱۸

۷۔ ایضاً، ص ۲۳

۸۔ جوش ملیح آبادی۔ اُردو ادبیات میں انقلاب کی ضرورت مشمولہ افکار، جوش نمبر، ص ۵۱۱

۹۔ ایضاً، ص ۵۱۴

۱۰۔ جوش ملیح آبادی۔ شعلہ وشبنم، دہلی: کتب خانہ رشیدیہ، ۱۹۳۹ء، ص ۶۷

۱۱۔ مصطفٰے زیدی۔ شبیر حسن خاں مشمولہ افکار، جوش نمبر، ص ۵۷۲

۱۲۔ ممتاز حسین۔ نقدِ حرف، ص ۳۸

۱۳۔ جوش ملیح آبادی۔ شعلہ وشبنم، ص ۵۵

۱۴۔ ڈاکٹر محمد حسن۔ جوش کی شاعری مشمولہ افکار جوش نمبر، ص ۵۳۷

۱۵۔ ممتاز حسین۔ نقدِ حرف، ص ۴۹

۱۶۔ جوش۔ شعلہ وشبنم، ص ۹۸

۱۷۔ لطیف الدین احمد اکبرآبادی۔ مقدمہ نقش ونگار، دہلی: کتب خانہ رشیدیہ، ۱۹۳۹ء، ص ر

۱۸۔ جوش ملیح آبادی۔ فکر ونشاط، دہلی: کتب خانہ رشیدیہ، ۱۹۳۹ء، ص ۲۲۔۲۱

۱۹۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ جوش ملیح آبادی مشمولہ اُردو کے کلاسیکی شعرا پر تنقیدی مضامین، مرتبہ، ایم حبیب خاں، علی گڑھ: انڈین بک ہاؤس ۱۹۶۳ء، ص ۱۳۵

۲۰۔ خواجہ احمد عباس۔ انسانیت، انقلاب اور شباب کا شاعر (مقدمہ) مشمولہ دیوانِ جوش، مرتبہ امر لکھنؤ: اتر پردیش اُردو اکادمی س۔ ن، ص ۱۶